Open Access

العرفان

Al-Irfan(*Research Journal of Islamic Studies*)

Published by: *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
Minhaj University Lahore

ISSN: *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

Volume 09, Issue 17, January-June 2024,

Email: alirfan@mul.edu.pk

پاکستان میں ٹیکسز کی عدم ادائیگی کے اسباب اوران کاتدارک

(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)

Reasons and Remedies of Non-Payment of Taxes in Pakistan

(A Research Analysis in the Light of Teachings of Islam)

Dr. Muhammad Nasrullah

Phd Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore
nasrullah.havailvi@gmail.com

Dr. Ali Akbar Alazhari

Associate Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

ABSTRACT

Islam provides guidance to its followers in all spheres of life. The distinction of Islam over all the religions of the world is due to its economic system. Its financial commandments eradicate economic inequality in the society. Economic stability can only be maintained through Islamic conceptions of Zakat and the prohibition of usury. However, at certain times, when sources of revenues are insufficient to meet the government expenditures, then the state has a right to levy taxes and organize obligations on persons within its borders. A tax is one of the most important mandatory duties levied on the citizens by government to cover the expenses of state over defense, administration, social well-being and other infrastructure. This study shows the arguments about the justification of taxation and its boundary as per commandments of Islam. This paper means to guess the effect of financial policy in connection with durability of economy of Pakistan. Majority of citizens of Pakistan are not willing to pay the taxes. The study shows the reasons of non-payments of taxes and its remedy as pet Islamic concept of taxation. Finally, it is concluded that present level of taxation in Pakistan needs to be revised carefully as this has negative and bad effects on financial activities in Pakistan. This study is fundamentally designed to express the needs and requirements of Tax collection of revenue for the country. This is qualitative research in which data is collected from secondary, books, articles and online sources.

Keywords:

Economic Stability, Zakat, Taxation, Taxation Reforms, Financial Policy, Commandment, Mandatory.

https://doi.org/10.58932/MULB0031

تعارف(Introduction)

ملک و قوم کے دفاع اور انتظامی مشینری کو رواں دواں رکھنے کے لئے دنیا کی ساری حکومتوں کو زمانہ قدیم سے لیکر تا ہنوز مختلف قسم کے محاصل (ٹیکسز) کا سہارا لینا پڑا ہے۔ گویا کہ محاصل کی ادائیگی ملکی معیشت کے لئے ایک ناگزیر ضرورت رہی ہے۔ ٹیکس کے لئے اردو اور عربی میں محصول کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جامع اللغات کی رو سے محصول کا مفہوم یہ ہے:

"محصول کا لغوی معنٰی کسی چیز کا حاصل کرنا اور کسی چیز کے بقیہ حصہ کا نام ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں کرایہ، خراج اور مالگزاری وغیرہ شامل ہیں۔(1)

ٹیکس کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے عبدالرحمٰن منگریو لکھتے ہیں:

"ٹیکس بنیادی طور پر لاطینی زبان کا لفظ ہے جو Taxo سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے وہ لازمی فنڈ یا وصولی جو ریاست یا حکومت اپنے انتظامی اُمور کو چلانے اور رعایا کو مہیا کی جانے والی سہولیات پر اُٹھنے والے اخراجات کی بابت وصول کیا جاتا ہے۔اس لفظ کا پہلی دفعہ استعمال چودھویں صدی عیسوی میں انگریزی زبان میں taxra کے نام سے ہوا، جس کا مفہوم اندازہ یا تخمینہ لگانے کے ہیں۔(2)

ٹیکس وہ ادائیگی ہے جو کسی ملک یا ریاست کے شہری اپنی آمدنی اور صنعتی و کاروباری اشیاء پر حکومت کی جانب سے عائد کردہ شرائط کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ٹیکس کی اس طرح تعریف کی گئی ہے:

"A compulsory contribution to the support of government levied on persons, property, income, commodities, transaction etc. (3)

ترجمہ: ٹیکس سے مراد وہ ادائیگیاں ہیں، جن سے حکومت کی مدد کی جاتی ہے، جو افراد، جائیداد، آمدنی، اشیاء اور کاروبار وغیرہ پر عائد کی جاتی ہیں۔

دورِ حاضر میں ٹیکسز کو حکومتی وسائل کا ایک بڑا منبع خیال کیا جاتا ہے، جسے محکمہ مالیات مختلف مدات میں اکٹھا کرتا ہے۔ چنانچہ جدید معاشیات میں ٹیکس کا مفہوم درج ذیل انداز سے بیان کیا گیا ہے:

---

(1) جامع اللغات، (لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب، 2003ء) بذیل م-ح

(2) عبدالرحمٰن منگریو، ٹیکس کا مفہوم، 28اپریل۔2019ء، www.express.pk

(3). The Oxford English Dictionary, Clarendon, Press, Oxford, University, England, P#677

“In modern economics taxes are the most important source of government revenue. They are regarded as a contribution to the general revenue pool from which most government expenditures are financed. (1)

ترجمہ: جدید معاشیات میں ٹیکسز حکومت کی آمدنی کا سب سے اہم ذریعہ ہیں۔انہیں عام آمدنی کے پول میں ایک شراکتی خیال کیا جاتا ہے۔جہاں سے حکومتی وریاستی اخراجات کی کفالت کی جاتی ہے۔

احادیث میں ٹیکس کے لئے مُکس کا لفظ بھی مستعمل ہے، جو دورِ جاہلیت میں لوگوں سے زبردستی وصول کیا جاتا تھا۔

مکس یمکس مکسا کا معنی ٹیکس جمع کرنا ہے۔اگر یہ بیع کے ساتھ استعمال ہو تو قیمت کم کرنے کے لئے جھگڑا اور مخالفت کے معنی دیتا ہے۔اور اگر اس کا صلہ "ہ" ہو تو پھر اس سے مراد ظلم کرنا ہوتا ہے۔المکس کا معنی محصول ٹیکس اور چنگی ہے۔جس کی جمع مکوس ہے۔ ٹیکس جمع کرنے والے کو الماکس یا المکاس کہا جاتا ہے۔(2)

اسلام میں ٹیکسز کے مفہوم کے حوالے سے ایلیا شوفانی لکھتے ہیں:

”اسلام میں محصول کو ضربیہ کہتے ہیں ۔یہ وہ ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت اپنی رعایا سے وصول کرتی ہے۔اسلام میں غریب سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔بلکہ امیروں اور متمول افراد سے زکوۃ کی شکل میں وصول کرکے غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔علاوہ ازیں حکومت کے اخراجات کے لئے خراج اور جزیہ وغیرہ کے نام اکٹھا کیا جاتا ہے۔(3)

ٹیکسز(محصولات) کی مختلف انواع واقسام ہیں۔کچھ ایسے ٹیکس ہیں جو شہریوں سے براہِ راست وصول کئے جاتے ہیں اور کچھ ٹیکسز ایسے ہیں جو بالواسطہ اکٹھے کئے جاتے ہیں۔چنانچہ اقتصادیات کے ماہرین لکھتے ہیں:

فی زمانہ دنیا میں مروج ٹیکسز کی چار بڑی قسمیں یعنی انکم ٹیکس، خدمات اور اشیاء پر سیلز ٹیکس، وفاقی ایکسائز ڈیوٹی اور کسٹم ڈیوٹی ہیں۔علاوہ ازیں مختلف النوع کے چھوٹے بڑے ٹیکس وصول کئے جارہے ہیں۔ ٹیکسوں کی وصولی کے دو طریقے ہیں: ڈاریکٹ ٹیکس جو براہِ راست ٹیکس دہندگان سے وصول کیا جاتا ہے۔جبکہ دوسرا ان ڈائریکٹ

(1). The New Encyclopedia Britanica Chicago,15th Edition,2012 A.D,28:408

(2)المنجد(عربی لغت)،بذیل:م-ک،ص:1222

(3) . Elia Shoufani(1973) , Al-Riddah and The Muslim Conquest of Arabia , University of Toronto, Pres ISBN 978-0-8020-1915-8

ٹیکس (بالواسطہ) ہے جو کہ منتقلی کی بنیاد پر خرید وفروخت کنندہ کے ماحول پر محیط ہوتا ہے، جسے سیلز ٹیکس کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔(1)

معاشی امور کے مفکرین کی رائے کے مطابق ٹیکسیشن کا بنیادی اور اہم منشاء محصولات کی ادائیگی کے لئے عوام الناس کی رضامندی کا حصول ہے۔بعد ازاں اس کی وصولیابی کے مرحلے سے گزر کر قومی آمدنی کی تیاری کے لئے وسائل کی فراہمی ہے۔اسے میکرواکنامک (macroeconomic)(2) بندوبست کا اہم حصہ گردانا جاتا ہے۔ ٹیکس ایک طرح سے کسی بھی مہذب معاشرے کے طرزِ حیات کی قیمت ہوتی ہے۔شہریوں کو قابلِ عمل منصوبہ بندی اور معاشی و معاشرتی ترقی کے لئے محصولات ادا کرنا ہوتے ہیں۔ حکومتِ وقت مختلف طبقات،افراد،اشیائے خوردونوش، کاروباری فرموں اور صنعتوں پر ٹیکس عائد کرتی ہے۔لیکن جبری اور ناروا نوعیت کے محصولات ریاستی معیشت کو کمزور کرتے ہیں۔کیونکہ لوگ جبری ٹیکس اور ناجائز محصولات کو درخوراعتنا نہیں سمجھتے۔اس کے برعکس اگر حکومتِ وقت ٹیکس کی وصولی میں کمزور ہو تو امور مملکت کو رواں دواں رکھنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

ریاستی وسائل کی دستیابی کے لئے عہدِ نبوی ﷺ خلفاء راشدین اور ان کے مابعد اسلامی حکومتوں میں بیت المال کا ادارہ قائم تھا، جو ایک مربوط و منظم مالیاتی ادارے کا کام کرتا تھا۔اس میں مختلف الانواع کے اموالِ فاضلہ مثلاً خمس غنائم، مالِ فئی، خمس معادن، خمس رکاز، خراج، جزیہ، ضواع (لاوارث مال)، زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ جمع کئے جاتے تھے۔لیکن فی زمانہ یہ وسائل اور اسباب ختم ہو گئے ہیں۔اسی لئے حکومتی اخراجات اور دفاعی ضروریات کے پیشِ نظر ٹیکسز کا نظام وضع کیا گیا ہے۔

ریاستی معیشت کے استحکام میں ٹیکسز کی اہمیت(Importance of Taxes for the Stability of Economy State)

معاشی استحکام کسی ملک یا ریاست کی معیشت کی پائیداری اور مضبوطی کو ظاہر کرتا ہے۔اس سے کسی ملک یا ریاست کی معاشی حالت کا تخمینہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب لوگوں کا معیارِ زندگی بلند، امن وامان، اخراجات اور وسائل روزگار میں توازن واعتدال برقرار ہو تو ان حالات میں ریاست کی معیشت کو مستحکم گردانا جا سکتا ہے۔ معاشی استحکام کو مختلف النوع پیرامیٹرز (عوامل) کی وساطت سے اُستوار کیا جا سکتا ہے۔اس کا مقصد ریاست کے شہریوں کی معاشی ضروریات کی کماحقہ کفالت کرنا اور آئندہ کے لئے معاشی حالت کی بہتری کے لئے مختلف پیمانوں اور زاویوں سے حالات و واقعات کو

(1) عبدالرحمن منگریو، ٹیکس کا مفہوم،28اپریل۔2019ء، www.express.pk

(2)مائیکرواکنامک معاشیات کی وہ شاخ ہے جو معیشت کے رویئے اور کارکردگی کا مطالعہ کرتی ہے جیسا کہ بے روزگاری، شرح، مجموعی قومی پیداوار اور مہنگائی

پرکھنا ہوتا ہے۔ معاشی ترقی کا پیمانہ مختلف ملکوں اور ریاستوں میں مختلف نوعیت کے طبعی و جغرافیائی حالات بخوبی سے کیا جاتا ہے۔

محصولات مختلف وجوہ کی اساس پر ملکی معیشت میں کلیدی کردار کے حامل ہوتے ہیں اور ملک کے شہریوں کی کاروباری سرگرمیوں پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ ریاستی مشینری اور ان کے روزمرہ معمولات بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کسی بھی ملک یا ریاست کے حکومتی معاملات کو چلانے کے لئے وسائل کی چنداں ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سرحدوں کی حفاظت، ملکی افواج کے اخراجات، انتظامی مشینری کی مراعات اور وظائف، زراعت و آبپاشی کے لئے نہروں اور راجباہوں کی تعمیر، تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کا قیام، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر و مرمت، معاشرے کے پسماندہ اور معذور افراد کی بحالی اور اعانت وغیرہ شامل ہیں۔

دورِ حاضر میں یہ کہنا غلط نہ ہو گا سماجی و معاشی ترقی کو صرف اور صرف قابلِ عمل ٹیکس پالیسی ہی سے عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے حکومتیں ان کے متعلق مالیات کا ہدف پورا کرنے کے لئے عوام اور کاروباری سرگرمیوں پر ٹیکس عائد کرتی ہیں۔ اسی بنا پر ٹیکسز کو کسی ملک یا ریاست کے سماجی منصوبہ جات کے لئے بہت ہی اہم خیال کیا جاتا ہے۔

اگر محصولات کی شرح بہت زیادہ ہو تو ملکی امور، بچت، سرمایہ کاری، کاروبار کے نئے مواقع اور کئی دیگر چیزیں اثر پذیر ہوتی ہیں۔ جبکہ مخصوص قسم کے ٹیکس معاشی وسائل کے تعین پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ معاشی نظریات یہ عندیہ دیتے ہیں کہ ٹیکس پالیسی کی تبدیلی سے معیشت میں بھی تبدیلی جنم لیتی ہے۔ ٹیکسوں کی عدم وصولی یا اخراجات سے کم ادائیگیوں کی صورت میں ملکی معیشت عدم استحکام کا شکار ہو سکتی ہے۔ اقتصادی ماہرین نے مجموعی طور پر ایک ریاست کی معیشت کے استحکام اور شہریوں کی فلاح و بہبود کے لئے ٹیکسز کے درج ذیل فوائد گنوائے ہیں۔

1. انفراسٹرکچر (ملک کا بنیادی ڈھانچہ) کی تعمیر اور بحالی
2. قومی دفاع جس میں بری، بحری اور فضائیہ افواج شامل ہیں، ان کو ٹیکسز کی مد سے چلایا جاتا ہے۔
3. ٹیکس کی مد سے مختلف اداروں کو چلانے کے لئے ضروری خدمات مستعار لی جاتی ہیں، جس کا فائدہ ملک کے تمام شہریوں کو ہوتا ہے۔
4. سکولوں، کالجز، جامعات اور دیگر درسگاہوں کا قیام عمل میں آتا ہے۔
5. ٹیکسز ملک میں ہونے والی مہنگائی، اشیاء کی طلب اور رسد پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
6. ٹیکس فنڈ سے تفریحی مقامات اور دوسرے سماجی تفریح طبع کے پروگرامز منعقد کئے جاتے ہیں۔

ماہرین اقتصادیات کے نزدیک ٹیکس ملکی معیشت اور ترقیات میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے دیرپا استحکام کے لئے بہت فعال ادا کرتے ہیں۔ انہی کی بدولت ہی ایک ملک فلاحی مملکت کہلانے میں کامیاب ہو سکتی

ہے۔دنیا میں خسارے کو کم کرنے اور معاشی پیش رفت کو فنروں تر کرنے کے لئے بہترین نظام وہ ہوتا ہے، جس میں مالیاتی ادارہ جات اور نجی و ذاتی املاک کے مابین باہمی تعاون، یگانگت اور عملداری کا نظام عمدہ اور قابلِ تحسین ہو،تب جا کر حکومتِ وقت زیادہ سے زیادہ ٹیکس وصول کرنے کی اہلیت رکھ پاتی ہے۔مثال کے طور پر کویت دنیا کا ایسا ملک ہے، جس میں ٹیکس کی شرح سب سے کم ہے۔بایں ہمہ یہ دنیا کا سب سے مضبوط معیشت والا ملک ہے اور اس کی کرنسی میں بھی پائیداری ہے۔اس کے برعکس پاکستان جیسے ممالک جہاں زیادہ شرح کے ساتھ ٹیکسوں کی بھرمار ہو اور بڑے ٹیکس دہندگان کو چھوٹ ہو،وہاں ترقی کی رفتار سست اور معیشت عدمِ استحکام سے دوچار ہو جاتی ہے۔

زراعت،صنعت اور تجارتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ٹیکس کی شرح کو ایک مناسب حد میں رکھا جائے اور اس کی ادائیگی کے طریقِ کار کو سہل اور آسان بنایا جائے تاکہ کسانوں،صنعتکاروں اور تاجروں کی حوصلہ افزائی ہو سکے اور نتیجتاً ٹیکس دہندگان کی تعداد میں اضافہ ہو کر ملکی معیشت کو سہارا مل سکے

اسلامی ریاست میں ٹیکسز کی نوعیت(Form of Taxes in Islamic State)

زمانہ قبل از اسلام اہلِ عرب زیادہ تر تجارت پیشہ تھے۔ان کی تجارت کا دائرہ چین، ہندوستان (پاک و ہند)،ایران، عراق، شام، فلسطین، مصر اور افریقی ممالک تک پھیلا ہوا تھا۔اندرونِ ملک انہیں ڈاکوؤں اور رہزنوں سے واسطہ پڑتا۔اس لئے وہ اپنے تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لئے باڈی گارڈ رکھنے پڑتے یا ان ڈکیتوں کو بھتہ دینا پڑتا تھا۔اسی طرح جن جن علاقوں سے یہ تجارتی کاروان گزرتے،وہاں کی حکومتوں کو کسٹم ٹیکس ادا کرنا پڑتا، جسے مکس کہا جاتا تھا۔عربوں کی تجارت چونکہ بین الاقوامی اہمیت کی حامل تھی،اس لئے وہ اس ٹیکس سے نالاں تھے۔عہدِ نبوی ﷺ میں اس ٹیکس کو ختم کر دیا گیا اور یہ چنگی ٹیکس وصول کرنے والے کو وعید سنائی گئی ہے۔اہلِ عرب کے لئے اس ٹیکس کی چھوٹ ایک بہت بڑی رعایت تھی۔چنانچہ قدرت اللہ فاطمی لکھتے ہیں:

> عربوں کے ہاتھ میں اُس دور کی بین الاقوامی تجارت کی اجارہ داری تھی۔ہندوستان اور چین کا مالِ تجارت ایران، مصر اور روم کے علاقے میں لیجانے اور وہاں کی پیداوار کو ہندوستان اور چین تک پہنچانے کے لئے انہیں مختلف ممالک کی سرحدوں کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ان علاقوں اور ممالک کی حکومتیں اپنی سرحدوں پر ٹیکس وصول کرتی تھیں(جسے ہم دورِ حاضر کی کسٹم ڈیوٹی سے تعبیر کر سکتے ہیں)۔بسا اوقات اندرونِ ملک بھی کسٹم اور چنگی کے نام پر ٹیکس وصول کرتے تھے۔ان محصولات کو اہلِ عرب عشر اور اتاوہ کے نام سے پکارتے تھے۔مکس نامی ٹیکس تجارتی مال کے دسواں حصہ کی شرح سے وصول کی جاتا تھا۔ان محصولات کی شرح بہت زیادہ ہوتی تھی۔اس کے

ساتھ بعض اوقات تاجروں کو تنگ بھی کیا جاتا تھا۔نبی اکرم حضرت محمد ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام کے بعد عربوں کی ذہنیت کو محسوس کرتے ہوئے اس ٹیکس کو کالعدم قرار دے دیا۔(1)

چونکہ اس ٹیکس کے خاتمے سے عرب تاجروں کو بڑی سہولت میسر آگئی،اس لئے انہیں کہا گیا کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ شکر ادا کریں۔سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ، احْمَدُوا اللَّهَ الَّذِي رَفَعَ عَنْكُمُ الْعُشُورَ»(2)

اے قومِ عرب اللہ ربّ العزّت کا شکر ادا کرو،اُس نے تم پر سے (مکس) عشر کے ٹیکس کو ختم کر دیا۔

جس ٹیکس کی وصولیابی کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جانب وعید و تہدید کا عندیہ دیا،وہ یہی ٹیکس تھا۔لیکن یہ سہولت خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں واپس لے لئی گئی اور عشور کے نام سے راہداری ٹیکس وصول کیا جانے لگا۔

رومی اور ایرانی سلطنتیں اپنی رعایا سے ظالمانہ ٹیکس وصول کرتی تھی۔ان علاقوں کے مغلوب ہونے بعد مسلمانوں نے تمام ناجائز نوعیت کے ٹیکس ختم کر دیئے۔مصر جب فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر ی کسانوں پر ٹیکسوں کے حوالے سے لکھا:

”ایک مخلوق جس پر خدا کی مہربانی ہے اور شہد کی مکھیوں کی طرح دوسروں کے لئے مشقت اور محنت کرتی ہے۔اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتی۔اس زمین پر ہل چلا کر بیج بوتی ہے۔(3)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب گورنر کا خط پڑھا تو اس مظلوم طبقہ سے وہ تمام ٹیکس ختم کر دیئے،جو عیاش اور آرام طلب مقتدر طبقہ نے اپنے عیش و عشرت کے لئے نافذ رکھے تھے۔اسی لئے مشہور مستشرق ک ٹیلر کو کہنا پڑا:

”عرب حکمرانوں نے مصریوں کو بھاری ٹیکس سے بڑی نجات دلائی۔(4)

---

(1) ایضاً،ص:379-380

(2) الھیثمی،نورالدین،علی بن ابی بکر،ابو الحسن (1414ھ) مجمع الزوائد فی منبع الفوائد،المحقق: حسام الدین القدسی،قاہرہ،مکتبہ القدسی، ج:3،ص:87،رقم حدیث:4469

(3) گستاؤلی بان ڈاکٹر،(1936ء)،تمدن عرب،اردو مترجم: شمس الائمہ سید علی بلگرامی،دہلی،انجمن ترقی اردو،ص:202

(4) ایضاً

یہاں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ ریاستِ مدینہ کے قیام کے ساتھ لازمی اور رضاکارانہ ٹیکس عائد کئے گئے۔ جو زکوٰۃ اور صدقات کی شکل میں ایک عبادت کا درجہ رکھتے ہیں۔ دنیا و آخرت میں سرخروئی کے لئے ان کی ترغیب و تحریص دلائی گئی اولین اسلام میں مواخات مدینہ میں مہاجرین و انصار کا آپس میں مالی تعاون ایک طرح رضامندانہ ٹیکس کی عکاسی کرتا ہے۔اس کی نظیر شائد ہی دنیا کی کسی قوم میں مل سکے۔ سید قدرت اللہ فاطمی اولین اسلامی ریاستِ مدینہ میں ٹیکسز کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

> ریاستِ مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی اہم ترین کام مہاجرین مکہ کی آبادکاری تھا۔اس کے مقصد کے لئے دورِ حاضر کی اصطلاح کے بموجب مہاجر ٹیکس لگایا گیا جو کہ تمام جائیداد کا نصف یعنی پچاس فیصد کی شرح کے ساتھ تھا۔انصارِ مدینہ کی تمام املاک آپ ﷺ نے نصفا نصف انصار اور مہاجرین میں بانٹ دی۔ غزوہ تبوک میں زکوٰۃ کی انتہائی شرح قل العفو کے مطابق یعنی جو اپنی ضرورت سے زائد ہو،اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کے لئے دیدیں، کی مثال مشاہدے میں آئی بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا مال خرچ کر دیا۔(1)

اولین اسلامی ریاست میں جہاں تاجروں سے مکس جیسے ناجائز ٹیکس ختم کرکے آزاد معیشت کی فضا ہموار کی گئی وہاں اس نوزائیدہ مملکت میں معاشی استحکام اور معاشرت میں امن وامان قائم کرنے کے لئے ہمدردی اور ایثار کے طور پر مؤاخات مدینہ کی شکل میں اہم قدم اُٹھایا گیا، جس کی رو سے مدینہ کے قبائل اوس و خزرج نے اپنے نصف اثاثے مہاجرین کو عطیہ کر دیئے تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں۔

معیشت کو دیرپا اور مضبوط بنیادوں پر اُستوار کرنے کے لئے محصولات کے علاوہ دیگر اقدامات بھی اُٹھانے ضروری ہیں۔ علاوہ ازیں ملکی معیشت کے استحکام کے لئے بنیادی حقوق کے نفاذ کو یقینی بنانا بھی وقت کا تقاضا ہے۔ کیونکہ بنیادی حقوق کے تحفظ سے ہی معاشی مضبوطی اور پائیداری جنم لیتی ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے اولین اسلامی ریاست میں بنیادی حقوق کی مکمل ضمانت فراہم کی۔ دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشی انصاف کے لئے خاطر خواہ انتظامات کئے۔ معاشی اونچ نیچ اور ظلم وجور کی بیخ کنی کے لئے سود خوری، ذخیرہ اندوزی، قمار بازی، غصب اور دیگر ناجائز ذرائع کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا۔ معیشت کے پنپنے کے لئے آزادی کو اولیت دی جائے اور آزاد معیشت کا ماحول پیدا کر دیا۔ جیسا کہ عہد نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں یہی کیفیت برقرار رہی۔ لیکن معاً بے قید معیشت پر کچھ پابندیاں عائد کرکے حلال وحرام کا تعین کیا گیا۔ سودی معاملات کی سختی سے ممانعت کر دی گئی اور اسے قابلِ سزا جرم قرار دیا گیا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

---

(1) سید قدرت اللہ فاطمی،(1966ء)،اسلامی مملکت میں ٹیکس کا مسئلہ، فکر و نظر، اسلام آباد، 4:6، ص:367-368

{ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ} (1)

ترجمہ: اے ایمان والو! دگنادر دگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالی سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔

اسلام کے اقتصادی نظام نے مالی ترقی اور اخلاقیات میں توازن پیدا کیا ہے۔ اس میں نہ تو خالص مادہ پرستی کا رجحان ہے اور نہ کلی رہبانیت ہے۔۔ بیروزگاری اور افلاس ایسے مسائل ہیں جو معاشرے کی ترقی میں میں حائل ہونے کے علاوہ عوام کے اخلاقیات پر بھی منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے نبی اکرم حضرت محمد ﷺ نے محتاجی سے اس طرح پناہ مانگی:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ)) (2)

ترجمہ: اے اللہ! میں میں کفر اور محتاجی اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

معاشی استحکام کو یقینی بنانے کے لئے رسالت مآب ﷺ نے فتح مکہ کے مواقع پر عفوِ عام جیسے اقدامات کئے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ نصیحت کی کہ وہ مختلف پیشوں اور صنعتی سرگرمیوں میں مصروف ہوں تاکہ معیشت کو فروغ حاصل ہو۔

اسلامی ریاست کی انتظامی مشینری کو چلانے کے لئے جہاں ٹیکسز کی ضرورت ہوتی ہے وہاں حکومتِ وقت کا فرض ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے، جس سے معیشت میں ترقی ہو اور ایسی اصلاحات کا نفاذ عمل میں لائے، جس سے معیشت و معاشرت کا پہیہ مستقل اور پائیدار بنیادوں پر اُستوار ہو کر رواں دواں ہو جائے۔ محسنِ انسانیت پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے انقلابی اور دوررس اقدامات کے ذریعے اولاً جملہ ناجائز محصولات اور سود کا خاتمہ کیا اور ثانیاً آزاد معیشت کے ساتھ چند رضاکارانہ ٹیکس زکوۃ و صدقاتِ واجبہ کی شکل میں عائد کئے، جو بذاتِ خود ایک عبادت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ثالثاً تجارت اور صنعت و حرفت کی پیشرفت میں حوصلہ افزائی کی۔

اسلامی ریاست چونکہ ایک فلاحی ریاست ہوتی ہے، اس لئے اس کے منصوبوں اور فلاحی اُمور کی انجام دہی کے لئے مالیاتی نظام میں قریباً دس بارہ ذرائع آمدن رہے ہیں۔ لیکن اسلامی ریاست کو ان ذرائع کے علاوہ ہنگامی ٹیکس عائد کرنے کی چنداں اجازت ہے۔ فقہاء نے ان ٹیکسز کو ''ضرائب و نوائب'' وغیرہ کا نام دیا ہے۔ زمانہ جنگ، سیلاب، قحط

---

(1) القرآن، 130:3

(2) نسائی، احمد بن شعیب بن علی، الخراسانی، ابوعبدالرحمٰن (س ن)، السنن الکبریٰ، شام (حلب)، مکتبہ مطبوعاتِ اسلامیہ، کتاب السھو، باب تعوذ فی دبر الصلوٰۃ، رقم حدیث، 1347

،زلزلہ اور دیگر ناگہانی زمینی و آسمانی آفات و بلیات کی صورت میں یہ مالی امداد کے نام سے ٹیکس ہے۔یہ صرف اسی صورت میں جائز ہے جب قومی خزانہ ان آفات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ناکافی ہو۔جس طرح یہ ٹیکس حاجتمندوں کی دادرسی کے لئے لگایا جاسکتا ہے اسی طرح دشمن کے حملے کے وقت بھی دفاعی سازوسامان اور مجاہدین کی ضروریات کے لئے ایسا کیا جاسکتا ہے۔اس کا جواز قرآن مجید کی آیت قل العفوسے لیا گیا ہے۔

اسلامی ریاست اور ٹیکسز کی ادائیگی کا جواز(Islamic State &Justification of payment of Taxes)

زکوۃ اور صدقات کے علاوہ دیگر محصولات کے جائز ہونے میں اشارہ امام ترمذی کی اس روایت سے ملتا ہے۔

«إِنَّ فِي المَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ»(1)

ترجمہ: تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ اجتماعی حقوق بھی ہیں

بہت سے صحابہ اور تابعین کا یہی مسلک تھا۔چنانچہ ابنِ حزم لکھتے ہیں:

(فَهَذَا إجْمَاعٌ مَقْطُوعٌ بِهِ مِنْ الصَّحَابَةِ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ –، لَا مُخَالِفَ لَهُمْ مِنْهُمْ.وَصَحَّ عَنْ الشَّعْبِيِّ، وَمُجَاهِدٍ، وَطَاوُسٍ، وَغَيْرِهِمْ، كُلُّهُمْ يَقُولُ: فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ) (2)

ترجمہ:بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ان میں سے کسی نے مخالفت نہیں کی فقہاء میں سے شعبی، مجاہد، طاؤس اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔وہ کہتے تھے کہ تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ اجتماعی حقوق بھی ہیں۔

اگر زکوۃ کی آمدنی اور قومی خزانہ عوام کی کفالت کے لئے کافی نہ ہو تو حکومتِ وقت کو محصولات عائد کرنے کا کلی اختیار ہے۔بوقتِ ضرورت و حاجت زائد ٹیکس عائد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔امام ابن حزمؒ بھی اسی بات کے حامی ہیں۔چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:

(1)امام ترمذی ، محمد بن عیسی الضحاک(1395ھ)،جامع ترمذی، تحقیق و تعلیق:احمد محمد شاکر، محمد فؤاد عبدالباقی، مصر، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی،ابواب الزکوۃ،رقم حدیث:660

(2)ابن حزم، علی بن احمد،ابو محمد(2015ء)،المحلی بالآثار،بیروت،دارالفکر،ج:6،ص:283

(وَفُرِضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ مِنْ أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ أَنْ يَقُومُوا بِفُقَرَائِهِمْ، وَيُجْبِرُهُمْ السُّلْطَانُ عَلَى ذَلِكَ، إنْ لَمْ تَقُمْ الزَّكَوَاتُ بِهِمْ)- (1)

"شہر کے متمول لوگوں پر فرض ہے کہ محتاجوں کی کفالت کریں اور بادشاہِ وقت انہیں مجبور کر سکتا ہے بشرطیکہ زکوٰۃ کی آمدنی اس مقصد کے لئے کافی نہ ہو۔

ناگہانی صورت میں لگائے گئے نوائب بسا اوقات فرض کفایہ بن جاتے ہیں اور یہ کام معاشرے کی مجموعی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ابو یعلیؒ "احکام السلطانیہ" میں لکھتے ہیں:

(وإن عَمَّ ضَرَرُهُ – مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَةِ عَلَى كَافَّةِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يَقُومَ بِهِ مِنْهُمْ مَنْ فِيهِ كِفَايَةٌ كَالْجِهَادِ. وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يَعُمُّ ضرره كوعورة طريق قريب يجد الناس غيره طريقا بَعِيدًا)- (2)

ترجمہ: ناگہانی حاجت وضرورت جیسا کہ جہاد اور حادثات وغیرہ کی صورت میں حکومتِ وقت (سرکاری خزانہ) کی مدد کرنا مسلمانوں پر فرض کفایہ بن جاتا ہے اور اگر ضرورت ایسی ہو جو کہ کسی خاص علاقہ کے لئے مخصوص ہو تو اس کی ذمہ داری عام نہیں ہوگی۔

لیکن مفادِ عامہ کے لئے جائز ٹیکس لگائے جائیں گے تو ان کی ادائیگی فقہاء کے نزدیک لازمی ہے۔ جیسا کہ علامہ مرغینانیؒ لکھتے ہیں:

(ومن ضمن عن آخر خراجه ونوائبه وقسمته فهو جائز. وأما النوائب، فإن أريد بها ما يكون بحق ككري النهر المشترك وأجر الحارس والموظف لتجهيز الجيش وفداء الأسارى وغيرها جازت الكفالة بها على الاتفاق) (3)

ترجمہ: ایسے جدید محاصل جو جائز طور پر لگائے گئے ہیں، جیسے کہ مشترکہ نہر کھودنے کے لئے پیداوار کی اجرت کے لئے یا اسلامی فوج کو اسلحہ سے لیس کرنے کے لئے یا جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے یا اس قبیل کے دوسرے اُمور کے لئے، ان سب محصولات کی ادائیگی عوام پر لازمی ہوگی۔

---

(1) ایضاً، ج:6، ص:281

(2) ابو یعلی، محمد بن حسین (م1421ھ)، احکام السلطانیہ للفراء، (بیروت، دارالکتب علمیہ، ص:253

(3) مرغینانی، علی بن ابی بکر، ابوالحسن، برہان الدین (س ن)، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت، داراحیاء التراثی، ج:3، کتاب الکفالہ، ص:95

محصولات لگانے سے قبل حکومتِ وقت چاہیئے کہ عوام الناس کو آگاہ کرے۔ کہ فلاں ٹیکس کس مقصد کے لئے لگایا جارہاہے۔یہی وجہ ہے کہ علماءِ اسلام نئے ٹیکسز کے اجراء کے لئے شریعت کے متعین کردہ مقاصد کو واضح کرنا حکومت کی ذمہ داری میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر نور محمد غفاری یوں رقمطراز ہیں:

> فقہاءاسلام کے اجماع کی روشنی میں حکومت کو زکوٰۃ، عشر اور خمس کے علاوہ بھی ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہے مگر اس کے لئے مقاصدِ شریعہ کا تعین ضروری ہے۔حکومتِ جو بھی ٹیکس لگانا چاہے اس کے مقاصد عوام پر واضح کرے۔اگر مقاصد عوام کی فلاح وخیر خواہی پر مبنی ہونگے تو وہ کسی قسم کا ٹیکس ادا کرنے سے نہیں ہچکچائیں گے اور اگر انہیں ٹیکس کے مقاصد کا ہی علم نہ ہو یا ان کے مقاصد غیر اسلامی اور عوام کے خلاف ہوں تو وہ نہ صرف ان ٹیکسوں کی چوری کریں گے بلکہ حکومت کے خلاف ان کے جذبات بھی بھڑک اٹھیں گے۔(1)

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلم دانشوروں اور فقہاء اُمت نے ضروریات کی تکمیل کے لئے با مقصد اور با قاعدہ تعین کے ساتھ محصولات عائد کرنے کی چنداں اجازت دے دی۔جب اسلامی ریاست کے اخراجات زکوٰۃ اور صدقات کی مد سے پورا نہ ہونے لگے تو دفاعی اور دیگر حکومتی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے محصوالات کی وصولی ناگزیر ہوگی۔ چنانچہ پروفیسر عبدالحمید ڈار اور پروفیسر محمد عظمت اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب روایتی قسم کے وسائلِ مالیات ناپید ہونے لگے اور مالی ضروریات خصوصاً دفاع کی خاطر اخراجات میں وسعت پیداہوئی تو فقہاء نے ٹیکسوں کی بابت غور وخوض کا آغاز کیا۔چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک دفاعی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حکومت اُمراء پر ٹیکس لگا سکتی ہے لیکن صرف اتنی مقدار میں کہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہوں۔امام حزمؒ نے بھی ٹیکس کی حمایت کی ہے۔ان کے خیال میں غریبوں کی کفالت کے لئے جب زکوٰۃ ناکافی ہو تو ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔لیکن زکوٰۃ کے علاوہ ٹیکسوں کا نفاذ معمول نہ ہو بلکہ استثنائی صورتوں میں کیا جائے۔(2)

اکثر مسلم ماہرینِ معیشت کہتے ہیں کہ چونکہ اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست ہوتی ہے لہٰذا وہ ٹیکس عائد کرنے کی مجاز ہے۔لیکن ٹیکس کی وصولی کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ناگزیر حالات میں اس کی ضرورت ہو اور اس کے اطلاق کی مدت یکساں ہوں۔ ٹیکس صرف اسی صورت میں وصول کیا جائے جب حکومتِ اسلامیہ کے مقاصد کی اس سے تکمیل ہوتی ہو۔ شہریوں کی استطاعت کے مطابق اور انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔اس

(1)نور محمد غفاری، ڈاکٹر، مولانا، (1989ء)، اسلام کا قانونِ محاصل، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ، ص:155-156

(2)پروفیسر زعبدالحمید ڈار، محمد عظمت، میاں محمد اکرم ،(2014ء)، اسلامی معاشیات، لاہور، علمی کتاب خانہ، اردو بازار، ص:397-398

سلسلے میں عوام کو سہولت دی جائے اور ان پر کسی قسم کا جبر نہ کیا جائے۔اس کے خرچ کرنے میں اصولِ کفائت یا اصولِ اقتصاد کو پیشِ نظر رکھا جائے۔اسی لئے صاحبانِ اقتدار اور ملکی باگ ڈور پر مسلط افراد کا فرضِ منصبی ہے کہ وہ ٹیکس کا نفاذ کرتے وقت عدل و انصاف اور عوام الناس کی معاشی حالت کو مدِ نظر رکھیں۔اس سلسلے میں ٹیکس کا تعین کرتے وقت اسلامی تاریخ کی نظائر اور امثال کو مدِ نظر رکھنا آسانی کا راستہ مہیا کر سکتا ہے۔انہیں چاہیئے کہ رعایا کو اعتماد میں لیتے ہوئے اور ٹیکس کی آمدنی کو صحیح اور متعین جگہ پر صرف کریں۔

کسی بھی ملک یا ریاست میں ٹیکس لگانے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب ریاستی معاملات کی انجام دہی کے لئے مالی وسائل درکار ہوں۔لیکن اسلامی تعلیمات کی رو سے شہریوں پر ٹیکس عائد کرنے سے قبل ان مقاصد کا تعین کرنا نہایت ضروری ہے، جس مقصد کے لئے محصولات وصول کئے جانے ہیں۔اس کا مثبت نتیجہ یہ نکلے گا کہ عوام خوشدلی اور رضاورغبت سے ٹیکسز ادا کریں گے۔

ٹیکسز کے نفاذ کے مقاصد

ایک اسلامی ریاست کے مالیاتی نظام میں ٹیکسز کے نفاذ لئے درج ذیل مقاصد کو متعین کیا جاتا ہے۔

1۔ ملک کے شہریوں کے لئے روحانی اور مادی ترقی کا حصول یکساں طریق پر ہو۔وہ اپنی معاشی جد وجہد اور وسائل رزق کے ذریعے جہاں دنیوی زندگی میں بہرہ ور ہو سکیں بلکہ سکون واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے اُخروی فلاح کی تیاری بھی کر سکیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا }(1)

ترجمہ:اور جومال اللہ نے تجھے دیاہے اس کے لئے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول

اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ جب وہ ٹیکسز کا تعین کرے تو عوام الناس کی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کا خیال رکھے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ محصولات کی بھرمار سے ان کے ذہنی سکون کو برباد کردے اور معاشرتی زندگی میں اضطراب پیدا ہو جائے۔

2۔دولت کی تقسیم منصفانہ طریقے سے ہو۔اگرچہ اسبابِ معیشت اور حصولِ معیشت بہ تقاضائے مشیتِ ایزدی سب انسانوں کو برابر میسر نہیں ہوتے لیکن اسلامی ریاست ایسے اقدامات کرے، جس سے امراء کی دولت کا کچھ حصہ غرباء تک پہنچ جائے۔جیسا کہ اسلام نے زکوٰۃ اور صدقات کا مستحسن نظام قائم کیا ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

(1)القرآن،77:28

{كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُم}(1)

ترجمہ: کہیں ایسا نہ ہو کہ دولت تمہارے امراء ہی میں گردش کرتی رہے۔

3۔ قیمتوں کو عادلانہ سطح پر رکھنا

مہنگائی اور گرانی کے انسداد کے لئے حکومتِ وقت اپنی پوری سعی کرے تاکہ اشیاءِ خوردونوش کی قیمتیں ایک قابل قبول سطح پر برقرار رہیں۔

4۔ تجارتی چکروں (Trade Cyle) کا انسداد

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے تک اقتصادی ماہرین تجارتی چکروں کے حق میں تھے۔ تجارتی چکروں کا مطلب ہے کہ پوری دنیا میں عام طور کسی ملک یا علاقے میں بالخصوص پر ہر آٹھ یا دس برس کے بعد معاشی لحاظ سے خوشحالی دور دورہ ہوتا ہے۔ سرمایہ کاری اور تجارت کافی عروج پر چلی جاتی ہے۔ بعد ازاں بے روزگاری، تجارتی خسارہ اور سرمایہ کاری میں زبوں حالی عود کر آتے ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ تجارتی چکروں کا انسداد اور پیشگی تدارک کرنے کے لئے مناسب اقدامات کرے تاکہ معاشی بدحالی اور کساد بازاری سے بچا جا سکے۔ اگر ایسے حالات کبھی پیدا ہو جائیں تو اسلامی حکومت غریبوں اور محتاجوں کی کفالت کا بندوبست کرے۔

اسلام میں ٹیکس لگانے کی شرائط

ایک اسلامی ریاست میں ٹیکس کن حالات میں لگایا جا سکتا ہے۔ سید رضا شاہ گیلانی اور محمد ہارون ٹیکس کے لگانے کی چار شرائط لکھتے ہیں:

1. There is a real public need whatever its kind, military, developmental or social and this need must be authorized by experts in that field.
2. When all other financial obligations are failed to cover that need. And to do that, financial obligation such as Zakat and Kharaj must be collected and then impose a tax to meet that need.
3. The tax must be in limitation of that need because when it is exceeded it becomes forbidden.
4. The tax must be imposed on the riches first without the low income and justice must be sought as well as discrimination between groups. In the

(1) القرآن، 7:59

end, it can be taken either in money or something else such as Products or lands. (1)

ترجمہ: 1۔ فوجی، ترقیاتی اور سماجی لحاظ سے حقیقی عوامی ضرورت درپیش ہو اور اس ضرورت کو اس متعلقہ شعبے کے ماہرین کی سند اور تائید حاصل ہو۔

2۔ جب دوسری تمام معاشی ذمہ داریاں اس ضرورت کو پورا کرنے میں ناکام ہو جائیں۔ ایسا کرنے کے لئے زکوٰۃ اور خراج وصول کیا جائے اور بعدازاں اس ضرورت کے لئے ٹیکس لگایا جائے۔

3۔ ٹیکس کو اس ضرورت کی حد تک رکھا جائے، جونہی یہ اس ضرورت سے بڑھ جائے تو اُسے ممنوع قرار دیا جائے۔

4۔ اولاً متمول اور صاحبِ ثروت لوگوں پر ٹیکس عائد کیا جائے اور اس سلسلے میں عدل و انصاف سے کام لیا جائے، کسی قسم کا امتیاز روانہ رکھا جائے۔ ٹیکس نقدی یا پیداواری شکل یا زمین کی صورت میں وصول کیا جا سکتا ہے۔

ان شرائط سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اور خراج کے علاوہ ٹیکس لگانے کی نوبت آجائے تو اولاً ماہرین سے مشاورت کی جائے اور جس مقصد کا تعین کیا گیا تھا، صرف اسی مقصد کی حدود میں رہ کر ان محصولات کو صرف کیا جائے۔ پہلی صدی ہجری میں جب اسلام ایک بڑی سیاسی قوت بن کر عالمِ شہود میں آیا تو مفتوحہ علاقوں میں ظالمانہ ٹیکسز کو فوری طور پر ختم کر دیا گیا بلکہ اس کی بجائے اسلام نے عدل و انصاف پر مبنی ٹیکس کا نفاذ کیا۔ اس نظام میں ٹیکس دہندگان سے حسنِ سلوک کرنے، کسی قسم کے جبر سے اجتناب کرنے، ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے اور کسی قسم کا تشدد کرنے سے منع کیا گیا۔ اس سلسلے میں عہدِ نبوی ﷺ، خلافتِ راشدہ، اموی اور عباسی دور کی نظائر تاریخ کی کتب میں مرقوم ہیں۔

عدل و انصاف پر مبنی حکومت کا نصب العین ہی اپنے عوام کی فلاح و بہبود اور خدمت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی لئے عادل حکمران کا خزانہ فلاحی کاموں اور مفلسوں اور ضرورت مندوں کی دادرسی اور خدمات کے لئے ہوتا ہے۔ وہ بے جا اور ناجائز ٹیکسوں سے عوام الناس کو پریشان نہیں کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جبر و ستم کی حکومت کا مقصد صرف اور صرف بادشاہِ وقت کے اقتدار، اس کے استحکام اور عیش و عشرت پر مبنی ہوتا ہے۔ انہی پالیسیوں کی بدولت اس ملک یا ریاست کی عوام ہمیشہ ٹیکسوں کے انبار تلے دب کر رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اکثریت کو مفلس و غریبی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

---

(1). Syed Raza Shah Gilani, Muhammad Haroon Khan, Article: Taxes in Islam and Islamic Civilization from an Islamic Perspective Al IDAH, Sheikh Zaid Islamic Centre, Jamia Peshawar,20.12.2023,P#30

پاکستان میں ٹیکس کی عدم ادائیگی کے اسباب

پاکستانی معیشت اور ٹیکسز(Economy of Pakistan and Taxes)

ٹیکس پاکستانی معیشت کا ایک لازمی حصہ ہیں۔ یہ مالیاتی اجراء، معاشی ترقی اور سماجی فلاح کے پروگرامز کے معاون ہوتے ہیں۔ مختلف چیلیجنز اور مشکلات کے باوجود پاکستان کے ٹیکس کے نظام کے لئے بڑے مواقع ہیں۔ان میں ٹیکس اصلاحات، ڈیجیٹل ورک اور بین الاقوامی تعاون وغیرہ شامل ہیں۔اس وقت پاکستان کو ٹیکس چوری، بلند شرح ٹیکس اور ٹیکس کے نظام کی پیچیدگی جیسے مسائل درپیش ہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو کو اپنے قیام سے ہی مالیات کی ناگزیر ضرورت رہی ہے۔۔ وطنِ عزیز پاکستان کی معیشت نہایت خستہ حال ہے۔عالمی مالیاتی ادارے (آئی ایم ایف) نے اپنے اعلامیے میں اسے تشویشناک قرار دیا ہے۔سیاسی و معاشی افراتفری کے موجب پاکستان کی معیشت نے ایک Drip Economy کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔سیاسی کشمکش اور بلند ترین مہنگائی کی شرح نے ملک کو نازک موڑ پر کھڑا لا کھڑا کردیا ہے۔

پاکستان میں معیشت کے عدمِ استحکام کا بڑا سبب ٹیکس ادائیگیوں کی وصولی میں ناکامی اور ملک کی بڑی آبادی کا براہِ راست ٹیکس ادانہ کرنا ہے۔ فیڈرل بورڈ آف ریوینیو(FBR)جو ملکی ٹیکس جمع کرنے کا بڑااور اہم ادارہ ہے۔سیاسی مداخلت اور بدعنوانی کے سبب اپنے متعینہ ہدف میں ناکام ہو چکا ہے۔پاکستان کا ٹیکس سسٹم اتنا پیچیدہ ہے کہ وہ عام آدمی کی عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے۔اس وقت تقریباً بلاسطہ اور بالواسطہ سوقسم کے ٹیکسز ملک کے شہریوں پر عائد کئے گئے ہیں۔ ٹیکسوں کی اتنی بہتات اور بھرمار نے انہیں پیچیدہ اور مشکل بنادیا ہے۔

معیشت کے استحکام کے لئے ٹیکس کا نظام وسعت کا حامل اور ہمہ گیر ہونا چاہیئے۔لیکن پاکستان میں ٹیکس گریز رجحانات، غیر دستاویزی معیشت کا پھیلاؤ اور بنیادی اصلاحات سے اعراض کی وجہ سے چوبیس کروڑ کی آبادی میں ٹیکس دہندگان کا تناسب بہت کم ہے۔ گزشتہ سال آئی ایم ایف نے دیگر شرائط کے ساتھ ٹیکس کی وصولی میں اضافے کی شرط عائد کردی تاکہ تجارتی خسارے کا مداوا کیا جاسکے۔لیکن بدقسمتی سے ٹیکس کی وصولی میں بالواسطہ ٹیکسوں کی بھرمار سے غریب اور متوسط طبقے پر اس کا بہت زیادہ بوجھ پڑا ہے۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ عصرِ حاضر میں مختلف قسم کے ٹیکسز اور ان کی شرح بعض اوقات ظالمانہ حد تک پہنچ جاتی ہے۔پھر مزید اس پر ظلم یہ کہ ٹیکس کی وصولی کے بعد اس میں بے جا تصرف اور ناموزوں جگہ پر خرچ کیا جاتا ہے۔پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں عالمی مالیاتی اداروں کی ایما پر مختلف مدات میں بہت زیادہ شرح ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں۔

وزارتِ خزانہ نے ایک رپورٹ میں پاکستان میں لگائے گئے مختلف ٹیکسز اور ان کی وصولی کا تجزیہ کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا ہے کہ اتنی بڑی آبادی میں ٹیکس کی وصولی کا تناسب آبادی کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے۔رپورٹ کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق:

> 30جون 2023ء کو ختم ہونے والے مالی سال میں پاکستان نے سات ہزار ایک صد انہتر ارب کا ٹیکس وصول کیا۔ان ٹیکسز کی مدات میں انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس، وفاقی ایکسائز ڈیوٹی اور کسٹم ڈیوٹی شامل ہیں۔فی الحال پاکستان میں ٹیکس کی وصولی میں ستر فیصد حصہ بالواسطہ ٹیکسز سے جمع ہونے والا ٹیکس ہے جبکہ بلاواسطہ ٹیکس میں صرف تیس فیصد شامل ہے۔اس وقت ملکی آبادی چوبیس کروڑ کے لگ بھگ ہے جبکہ ٹیکس فائلرز کی تعداد پینتالیس لاکھ ہے۔ ٹیکس امور کے ماہرین کے مطابق پاکستان کا ہر شہری بالواسطہ ٹیکسوں کی صورت میں ادائیگی کرتا ہے۔اگر آبادی کے تناسب میں غور کیا جائے تو صرف دو فیصد لوگ ٹیکس ادا کرتے ہیں جبکہ یہ شرح کم از کم چار سے پانچ فیصد ہونی چاہیئے۔(1)

بد قسمتی سے پاکستان میں ٹیکس کو روایتی طور پر منفعت بخش کام کی بجائے ایک بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ جزوی طور پر یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں ٹیکس کا نظام پیچیدہ اور مشکل ہے، جسے عام شہری سمجھنے سے قاصر ہے۔اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ پاکستان میں ٹیکس کی ادائیگی کا بوجھ غریب اور متوسط طبقے پر ڈالا جاتا ہے۔ محصولات کے عدمِ توازن اور مناسب منصوبہ بندی کے فقدان نے ملک کو گھمبیر مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔ شاہ رخ وانی اس پر تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ‘‘The inability to widen tax revenue contribution engenders public service delivery gaps. In country, two crores’ people live without clean water, nearly one in every three people do not have a decent toilet, and about forty percent children under the age of five diminutive growth. (2)

> ترجمہ: ٹیکس ریونیو کو بڑھانے کی ناقابلیت عوام کو خدمات کو مہیا کرنے میں تفاوت کا سبب بنتی ہے۔پاکستان میں دو کروڑ سے زیادہ لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں۔ہر تیسرے فرد کو رفع حاجت کے لئے صاف ستھرا اور عمدہ بیت

(1) تنویر ملک،پاکستان میں متوسط طبقے اور غریبوں پر ٹیکسوں کا بوجھ امیروں سے زیادہ کیوں ہے،5 اکتوبر،2023ء **www.bbc.com,article,**

(2) Shahrukh Wani, why does Pakistan tax so little,19th April,2023, http://www.theigic.org. blog , International growth Centre.

الخلا میسر نہیں اور پانچ سال سے کم عمر کے چالیس فیصد بچوں کی نشوونما میں رک جاتی ہے (مناسب طریقے سے پروان نہیں چڑھتے)۔

اس بات سے کوئی اختلاف نہیں کہ اس وقت پاکستان بہت بڑے معاشی بحران سے گزر رہا ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ دو عوامل یعنی ٹیکسوں کی مد میں موصول ہونے والی رقم اور ملکی برآمدات معیشت میں خون کی روانی کا کام کرتی ہیں۔ جس طرح انسانی جسم میں خون کا دباؤ مناسب ہو تو وہ صحتمند شمار ہوتا ہے، ایسے ہی یہ دو ذرائع معاشی زندگی کے لئے روحِ رواں ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستانی معیشت میں درآمدات بھی عدمِ تحفظ کا شکار ہیں۔ کیونکہ مستحکم اور دیرپا معیشت کے لئے برآمدات کی شرح درآمدات سے تین گنا زیادہ ہونی چاہیئں۔ کیونکہ درآمدات میں کمی ہوگی تو برآمدات پر منفی اثر پڑے گا۔ گزشتہ سال سٹیٹ بنک کے زرِ مبادلہ کے ذخائر چار اشاریہ پانچ ملین ڈالر تھے جو بمشکل سے ایک مہینے کی درآمدات کا احاطہ کر سکتے تھے۔ نتیجتاً روپے کی قدر اکیاسی فیصد سے کم ہوگئی۔ بیرونی قرضوں کی حد ایک سو اٹھائیس بلین ڈالر تک جا پہنچی ہے، جو کہ ہماری مجموعی ترقیاتی پیداوار (جی ڈی پی) کا تینتالیس فیصد ہے۔ پچھلے آٹھ سالوں میں بیرونی قرضوں کا حجم دوگنا ہو چکا ہے۔ فی الوقت مہنگائی کی شرح گزشتہ تین ماہ سے اٹھائیس فیصد زیادہ ہے۔ ورلڈ بنک کی رپورٹ کے مطابق:

"These macroeconomic challenges can be tackled by wide-ranging financial reforms of tax policy, validation of public expenditure, better supervision of public debt and stouter intergovernmental cooperation on fiscal matters. (1)

ترجمہ: وسیع مالیاتی ٹیکس پالیسی، حکومتی اخراجات کی تائید وتوثیق، مالی معاملات کی سخت نگرانی اور بین الحکومتی تعاون کے ذریعے وسیع معاشی معاملات سے نبرد آزما ہویا جاسکتا ہے۔

تجزیہ نگار عاصم اعجاز کے مطابق:

پاکستان کی موجودہ حکومت گزشتہ نودس مہینوں سے روزانہ تیرہ ارب روپے کے نئے قرضے حاصل کر رہی ہے۔ جس سے آمدنی اور اخراجات کا توازن بگڑ گیا ہے۔ فیڈرل بورڈ آف ریوینیو کو فی الحال اپنے ٹیکس کے ہدف کی تکمیل کے لئے قریباً تین سو ارب کے خسارے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جو کہ ایک تخمینے کی روسے اپریل کے اختتام تک تین سو پینتالیس ارب کی حد کو چھولے گا۔ لیکن اگر ٹیکسز کی تعداد کم اور شرح ٹیکس دس فیصد کر دی جائے تو ٹیکس کی مقدار میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا اور عوام الناس میں کاروبار کے رجحان میں تیزی بھی آئے جائے گی۔(2)

---

(1). TRIBUNE,14 MARCH,2024, The Express.pk

(2) عاصم اعجاز، پاکستانی معیشت کا حل ٹیکسوں کے منصفانہ نظام میں ہے، 25 اپریل، 2023ء، www.tajziet.com

یہ ایک حقیقت ہے کہ ٹیکس کے نظام کا مؤثر نہ ہونا اور ٹیکس چوری ان چند اساسی نوعیت کے اسباب اور بڑی وجوہات میں سے ہیں، جن کی وجہ سے وطنِ عزیز پاکستان ترقی یافتہ اور خوشحال مملکت نہیں بن سکا۔ پاکستان میں ٹیکس کی وساطت سے اکٹھی ہونے والی رقم زیادہ تر تین مدات میں صرف ہوتی ہے، جس میں عوامی فلاح و بہبود، ترقیات اور تعلیم پر سب سے کم ہے، جو کہ ایک المیے سے کم نہیں۔ اس ضمن میں سید عاصم محمود لکھتے ہیں:

"پاکستان میں مالیات کا نصف یعنی پچاس فیصد بیرونی قرضوں اور سود کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ بیس فیصد سرکاری ملازمین کی مراعات، تنخواہوں اور ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن پر صرف ہوتا ہے۔ بیس فیصد دفاعی اخراجات پر خرچ ہوتا ہے جبکہ عام آدمی کے لئے دس فیصد رقم بچتی ہے۔(1)

پاکستان کے معاشی بحران میں ٹیکس کی عدم ادائیگی ایک سبب

Non- payment of Taxes – a reason of financial crisis in Pakistan

پاکستان میں اقتصادی بحران کی وجوہات میں حکومتی و انتظامی مشینری کی نااہلی و بدعنوانی، سماجی شعبہ جات کی مجرمانہ غفلت، ٹیکسیشن کا مناسب بندوبست نہ ہونا اور اندرونی و بیرونی قرضوں کی گھمبیر صورتحال ہے۔ پاکستان میں معاشی انتظام انصرام اس قدر دگرگوں ہے کہ معیشت ایک مالیاتی بحران سے دوسرے مالیاتی بحران کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس گھمبیر مسئلے کا بنیادی سبب حکمرانوں کا قومی خزانے کو غیر ذمہ دارانہ طریقے سے استعمال کرنا اور ریاست کے اقتصادی معاملات میں کچھ انتظامیہ کے کچھ مسائل آڑے ہیں۔ جس کے موجب ملک پاکستان میں معاشی عدمِ استحکام، مہنگائی کی آسمان کو چھوتی ہوئی قیمتوں، ناقص عوامی خدمات، وسیع پیمانے پر بدعنوانی، غربت، بجلی کی لوڈشیڈنگ اور سماجی شعبہ جات کی مجرمانہ لاپرواہی اور بڑھتے ہوئے ملکی قرضے ایک پروفائل (تصویری خاکہ) پیش کرتے ہیں۔ آئی۔ایم۔ایف پروگرامز کی چند شرائط وقتی طور پر لیکن بعد ازاں بوجوہ ان سے پہلو تہی اختیار کر لی جاتی ہے۔ پاکستان کے ممتاز ماہرِ معاشیات میکال احمد نے آج سے عرصہ بارہ سال قبل ایک مضمون لکھا جس کا موضوع تھا "ایک بحرانی معیشت والی ریاست" An Economic crisis State، اس میں وہ پاکستان کی خستہ حال معیشت اور حکومتی اداروں کی معاملات پر دسترس نہ ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی ریاست یا ملک کی معاشی ترقی کے لئے دیگر کارفرما عوامل کے ساتھ دو عوامل ایسے ہیں، جن کے بغیر کوئی ملک شاہراہِ ترقی پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ یہی دو عوامل ہیں، جو پاکستان کے موجودہ معیشت کے بحران میں سب سے زیادہ

---

(1)۔ سید عاصم محمود، ٹیکسوں کا اسلامی نظام، 24 جنوری 2021ء، www.expres.pk

کردار ادا کر رہے ہیں۔ان عوامل میں اولاً ٹیکس کی وصولی اور دوسرا سرکاری ادارے ہیں۔لہٰذا پاکستان میں سرکاری محکمہ جات اور محصولات کے غیر مؤثر انتظام میں اصلاحات کی ناگزیر ضرورت ہے۔(1)

پاکستان میں عوام الناس کا ٹیکس سے اعراض اور بے اعتنائی کا رویہ،ان کا سرکاری محکمہ جات پر اعتماد کا فقدان،،کمزور اور غافل انتظامیہ، محکمہ ٹیکس کی بدعنوانی،غیر رسمی سیکٹرز،نقد معیشت کا نمایاں ہونا، محصولات کے نفاذ کے ناقابلِ عمل اور کمزور طریقِ کار، ٹیکس چھپانے کا رحجان،اعداد و شمار کی کمی، ٹیکس آڈٹ کا مسئلہ وغیرہ ریوینیو کے اہم ترین مسائل ہیں۔پاکستان میں ٹیکس پالیسی اور ٹیکس انتظامیہ کو چنداں بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ ٹیکس کی شرح کو مناسب حد میں رکھ کر اور ناجائز ٹیکسوں کی چھوٹ سے ٹیکس کی مداضافہ کرنے کی شدید اور ناگزیر ضرورت ہے۔وقت کا تقاضا ہے کہ ملکی معیشت کو اپنے پاؤں کھڑا کرنے کے لئے بدعنوان اور تساہل پسند انتظامیہ کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔یہ چیلینجز ملک پاکستان کو طویل عرصے سے درپیش ہیں اور ٹیکس اصلاحات میں بھی یہی عوامل رخنہ ڈالے ہوئے ہیں۔

ٹیکسز کی عدم ادائیگی کا تدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Remedy of non-payment of Taxes according to teachings of Islam

دنیائے عالم میں ٹیکسز کا نفاذ قانونی واخلاقی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔اس ضمن میں ہر شہری سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ قانون کا احترام کرتے ہوئے ان کی پوری اور بروقت ادائیگی کرے۔تاہم یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ پاکستان دنیا کے ایسے ممالک کے زمرے میں آتا ہے جہاں پر معیشت کے حجم کے اعتبار سے محصولات کی وصولی کم ہے۔یہ بھی ایک المیہ ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے اخراجات اور ذمہ داریاں ٹیکسز کی وصولی کے مقابل کہیں ہیں۔ایک عام آدمی حکومت پر عدمِ اعتماد کرتے ہوئے ٹیکس کو ادا کرنے میں لیت و لعل سے کام لیتا ہے اور اس کے متعلق دیئے گئے حکومتی دلائل سے انحراف کرتا نظر آتا ہے۔ایک مثالی دنیا میں حکومت سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ اس کے ٹیکس کے ادارے دیانتدار اور فرض شناس ہوں لیکن حقیقی دنیا میں ان کے ٹیکس کے صاحبانِ اقتدار شاذ و نادر ہی ایسے ہوتے ہیں۔

آئی ایم ایف کی مینیجنگ ڈائریکٹر کرسٹینا جاجیوا نے گزشتہ سال ستمبر 2023 میں پاکستانی حکومت پر زور دیا کہ وہ طبقہ اُمراء پر ٹیکس عائد کرے اور غریبوں کی حفاظت کرے۔آئی ایم ایف نے دیگر شرائط کے بدون ٹیکس میں وصولی میں

(1) محمد ارسلہ خان، پاکستانی معیشت-ایک جائزہ، 12 جولائی، 2023ء، www.humsub.com.pk

اضافہ کا مطالبہ کیا۔ لیکن ان تمام تر باتوں کے باوصف پاکستان میں ٹیکس کا زیادہ بوجھ غریب طبقات پر پڑ رہا ہے جبکہ امیر طبقات پر ٹیکس ان کی آمدن کے مقابلے میں کہیں کم ہے۔ ان ڈائریکٹ ٹیکسز کی بھرمار سے غریب آدمی بوجھ تلے دب گیا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ٹیکس کے قوانین اور اس کی ادائیگی میں کافی تضاد پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ سے یہ انسانی نفسیات اور دماغی رجحان رہا ہے کہ تجارت محصولات سے آزاد ہو۔ اسلامی ریاست میں شروع سے ہی آزاد معیشت کا رجحان پیدا کیا گیا اور سودی معاملات کی بیخ کنی کی گئی۔ تاہم اسلامی مالیاتی نظام میں زکوٰۃ و صدقات اور ہنگامی محصوالات کے سلسلہ میں درج ذیل چار اصول نمایاں اہمیت کے حامل ہیں:

1۔ ایمان اور عقیدہ کا تحفظ

اسلامی ریاست میں ایک مسلمان زکوٰۃ، عشر وغیرہ کو ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر خوشنودیٔ باری تعالیٰ کے لئے کرتا ہے۔ وہ بعض ٹیکس محض اس لئے ادا کرتا ہے تاکہ اُس کے ایمان اور عقیدہ کی حفاظت ہو۔ بعینہ اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم رعایا ذمی بھی جزیہ اور خراج محض اس لئے ادا کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنے عقیدے پر عمل کرنے لئے ریاستی تحفظ حاصل ہو۔

2۔ اقتصادی اور سماجی ضروریات

اسلام کے نظامِ اقتصاد میں ٹیکسز کے نفاذ کا مقصد وحید معاشی اور معاشرتی ضروریات کو کما حقہ پورا کرنا ہوتا ہے۔ اسلام اس چیز کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جائے۔ بلکہ اسلام ان کی وساطت سے معاشرے میں موجود معاشی اور معاشرتی فرق کا خاتمہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے زکوٰۃ کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ)) (1)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے ان کے اموال میں صدقہ (زکوٰۃ) فرض کی ہے جو کہ ان کے مالداروں سے لیکر ان کے غریبوں میں لوٹائی جائے۔

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ، رقم حدیث: 1395

3۔اصولِ مساوات

اسلام کے معاشی نظام میں اصولِ مساوات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ملک کے تمام شہریوں بلالحاظ مذہب و نسل ٹیکسز کا اجرا کیا جاتا ہے۔ان میں درآمدات کے حصول اور ہنگامی حالات میں ٹیکسوں کی ناگزیر ضرورت کے تحت وصولی کا عمل میں لایا جانا ہے۔غیر مسلم رعایا سے جزیہ کا مقصد ان کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔

تجارت کے فروغ اور معیشت کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشر میں مساوات کے اصول کو مدنظر رکھتے تھے تاکہ آسانی بھی پیدا ہو اور محصول بھی وافر مقدار میں جمع ہو جائے۔ابو عبید القاسمؒ لکھتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبطیوں سے تیل اور گندم پر نصف عشر یعنی بیسواں حصہ وصول کرتے تھے تاکہ مدینہ منورہ میں زیادہ مقدار میں عشر پہنچے اور دوسری اجناس پر عشر (دسواں حصہ) لیتے تھے۔(1)

ٹیکس کے نفاذ میں رعایا کی رضامندی کو پیشِ نظر رکھنا لازمی ہے۔جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد فرمایا:

(وَأَنْ لاَ يُؤْخَذَ مِنْهُمْ إِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ)(2)

ترجمہ:ان کی رضامندی سے ان کے مال سے اتنا ہی لیا جائے جو ان کی ضروریات سے زائد ہو۔

4۔اصول تیقن

ٹیکس کی وصولی میں تیقن کے اصول کو اختیار کیا جائے۔جو ٹیکس عائد کئے جائیں ان کی قانونی حیثیت ،وقت ،ادائیگی اور مقدار کا ٹیکس گزاروں کو علم ہونا چاہیئے۔زکوٰۃ، خراج، جزیہ اور عشور میں یہ اصول بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

5۔ ٹیکس کی وصولی میں نرمی اور سہولت

ٹیکس کی وصولی میں سہولت کو مدنظر رکھا جائے۔ اس سلسلے میں عادلانہ تشخیص اور وصولی کا بندوبست کیا جائے۔جیسا کہ حکمِ ربانی ہے:

---

(1)ابو عبید القاسم، کتاب الاموال، ص:533

(2)البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم حدیث:3700

{لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ} (1)

ترجمہ: نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

زکوٰۃ اور خراج کی وصولی میں انصاف اور نرمی کرنے والے کو فی سبیل اللہ جہاد کے مترادف قرار دیا گیا۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

((الْعَامِلِ إِذا اسْتعْمل فَأخذ الحق وَأعْطى الحق لم يزل كالمجاهد فِي سَبِيل الله حَتَّى يرجع إِلَى بَيته)) (2)

ترجمہ: جب ایک شخص کو عامل (collector) مقرر کیا جاتا ہے۔ پس وہ حق کے ساتھ وصول کرتا ہے اور حق کے ساتھ ہی دیتا ہے تو وہ راہ خدا میں مجاہد کی مانند ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔

محصول کی ادائیگی میں سہولت مہیا کی جائے۔ اسلام آسانی اور سہولت کا دین ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا وَلاَ تُنَفِّرُوا)) (3)

ترجمہ: آسانی کرو، سختی نہ کرو، لوگوں کو تسلی دو اور تشفی دو اور نفرت پیدا نہ کرو۔

عوام الناس سے ایسا محصول ہر گز نہ لیا جائے جو ان پر واجب الادا نہ ہو، چنانچہ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں رقم طراز ہیں:

(لَا يُظْلَمُوا وَلا يُؤْذَوْا وَلا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ وَلا يُؤْخَذُ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ إِلا بِحَقٍّ يَجِبُ عَلَيْهِمْ)(4)

ترجمہ: ان پر ظلم نہ کیا جائے، نہ انہیں تکلیف دی جائے، نہ ان کی طاقت سے بڑھ کر بار ڈالا جائے، ان کے اموال سے کوئی چیز نہ لی جائے، جو ان پر واجب نہ ہو

---

(1) القرآن، 79:2

(2) المنذری، زکی الدین، عبد العظیم بن عبد القوی (1417ھ)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، جلد اول، ص:315، رقم حدیث:1159

(3) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا، رقم حدیث:6125

(4)۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:138

6۔زائد از ضرورت مال پر ٹیکس

ضرورت سے زائد مال ودولت پر محصول عائد کیا جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْو } (1)

ترجمہ:اور لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں،آپ فرمادیجئے جو ضرورت سے بچ جائے۔

7۔اصولِ کفائت

ٹیکسز کا نفاذ اور وصولی اس انداز سے کیا جائے کہ حاصل شدہ رقم حکومتی اخراجات کی کفالت کر سکے۔جس مقصد کی خاطر ٹیکس وصول کیا جائے،اسی مقصد کے لئے اس کا مصرف کیا جائے۔علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

(الجبايه بالحمايه) (2)

ترجمہ:محصول حفاظت کرنے پر ہیں۔

معاشرتی و معاشی حالات کے پیشِ نظر ریاست محصول عائد کرسکتی ہے تاکہ معیشت کو استحکام حاصل ہو اور ملکی نظم ونسق کو کماحقہ اور احسن طریقے سے چلایا جاسکے۔ایسے حالات میں محصولات لگائے جاسکتے ہیں جب متمول افراد اپنی دولت کو محض عیش و عشرت اور فضول خرچیوں پر اُڑا رہے ہوں۔چنانچہ ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

> اسلامی ریاست کے شہریوں کی جائز آمدنی پر کوئی ٹیکس مقرر نہیں کیا جاسکتا لیکن بے مقصد اور اسراف پر مبنی مصرفوں پر ٹیکس لگا کر ان کو قابو میں لایا جاسکتا ہے۔یہ ٹیکس زائد اور جمع شدہ دولت پر ہے۔نیز پیداواری عمل میں ذرائع پیداوار اور آلات پیداوار پر کوئی ٹیکس نہ لگایا جائے۔اسلامی حکومت مسلمان تاجروں کے اموال سے عشور وصول کرنے کی مجاز ہے۔صنعتکاری کے عمل میں ٹیکس نہ لگایا جائے۔شراکت اور مضاربت کی بنیاد پر حکومت سرکاری صنعتیں قائم کرے۔(3)

امراء کی وہ دولت اگرچہ انہوں نے جائز ذرائع سے حاصل کر لی ہے لیکن اس دولت کو وہ فضول اور شاہ خرچیوں میں اُڑا رہی ہے،جو کہ اسلام کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔حکومتِ وقت چاہے تو ان کی اس دولت پر ٹیکس

---

(1) القرآن،219:2

(2) شامی،ابن عابدین،محمد امین(1342ھ)،حاشیہ ردالمحتار علی درالمختار،مصر،الکبر الاحمدیہ بولاق،ج:2،ص:39

(3) نور محمد غفاری،ڈاکٹر،اسلام کا قانونِ محاصل،ص:40-41

عائد کرکے ان کے اسراف کاتدارک کر سکتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست تجارت اور صنعت کے فروغ کے لئے آزاد معیشت کا ماحول پیدا کرے۔اسلام کے اصولِ مضاربت اور شراکت کی اساس پر اپنی سرپرستی میں صنعتی زون قائم کرے، جس سے معیشت کو فروغ حاصل ہو گا۔

عالمِ اسلام میں جو ترقی پذیر ممالک ہیں ان کو اندرونی لحاظ سے تجارتی چکروں کاواسطہ نہیں پڑتا بلکہ انہیںRecession (عارضی معاشی زوال جس میں تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں کم ہو کر رہ جاتی ہیں)اور افراطی رخنے[1](Inflationary Gap) جاری ہونے کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ان ممالک کو رکودہ افراط زر [2] (stagflation)کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مہنگائی اور آبادی میں اضافے کی وجہ اشیاء وخدمات کی طلب اور رسد میں بڑا رخنہ آجاتا ہے۔اس کے لئے جو معاشی پالیسی اختیار کی جائے گی،اس کی کامیابی مکمل طور پر روزگار کی فراہمی میں پنہاں ہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے زکوٰۃ ایک بہترین آلے کا کام دے سکتی ہے۔چونکہ آٹھ مصارفِ زکوٰۃ میں سے چھ کا تعلق غریب طبقے سے ہے۔صاف ظاہر ہے جب مفلس اور غریب لوگوں کی زکوٰۃ کی مد سے بھرپور مالی معاونت ہو گی تو بے روزگاری کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

نتائج بحث(Conclusions)

1۔اوائل اسلام میں ماحضر صورتحال کے بموجب زکوٰۃ، عشر، جزیہ، خمس، خراج اور سرکاری محصولات عائد تھے۔

2۔مملکتِ اسلامیہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے بدوں بھی ٹیکس لگانے کی مجاز ہے۔

3۔ضرائب یعنی زائد ٹیکس صرف اُسی وقت ہی عائد کئے جا سکتے ہیں،جب باقاعدہ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ اور حکومتی پیداوار سے مناسب آمدنی نہ آتی ہو۔

4۔حالتِ جنگ ،زلزلے،سیلاب،قحط سالی اور دوسرے ہنگامی حالات میں حکومت متمول افراد پر ٹیکس لگاکر دفاع اور کفالتِ عامہ کے لئے بندوبست کر سکتی ہے۔

5۔بے جا اسراف اور بہت زیادہ شرح کے ساتھ لگائے گئے ٹیکس شرعی نقطہ نظر سے درست نہیں۔

6۔پاکستان میں ٹیکس کی زیادہ مقدار متوسط اور غریب طبقے سے بالواسطہ طور پر وصول کی جاتی ہے۔

---

(1)جب موجودہ مجموعی ترقیاتی پیداوار پوٹینشل ترقیاتی پیداوار سے زیادہ ہو۔پوٹینشل ترقیاتی پیداوار وہ ہوتی ہے، جس میں معیشت میں روزگار کی شرح مکمل طور پر ہوتی ہے۔

(2)۔جب مہنگائی کی بلند شرح کے ساتھ بیروزگاری بھی عروج پر ہو تو ایسی صورتحال میں ملکی معیشت میں طلب جمود کا شکار ہو جاتی ہے۔

7۔ پاکستانی معیشت کے عدمِ استحکام میں ٹیکس کی جمع شدہ رقم کا مناسب استعمال نہ کرنا بھی شامل ہے۔

8۔ پاکستانی عوام حکومت کی طرف سے عائد کردہ مختلف نوع کے ٹیکسوں کو ناجائز اور حرام خیال کرتی ہے،اس لئے ٹیکس رضامندی سے ادا نہیں کرتی ہے۔

9۔ پاکستان میں طبقہ امرا اور کاروباری لوگ ٹیکس چوری کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

10۔ پاکستان کی معیشت میں عدمِ استحکام کا سبب دو عوامل غیر مؤثر ٹیکس اور حکومتی ادارہ جات کی نااہلی ہے۔

سفارشات(Recommendations)

1۔ خلافِ شرح ٹیکسز کی وصولی کو ختم کیا جائے۔

2۔ ملکی معیشت میں سودی لین دین کو ختم کرنے لئے اقدامات کئے جائیں۔

3۔ نئے ٹیکسز نافذ کرتے وقت اسلامی نظریاتی کونسل اور دیگر جید علماء کو اعتماد میں لیا جائے۔

4۔ ٹیکسوں کی وصولی میں سہولت مہیا کی جائے۔

5۔ زکوٰۃ و صدقات کے نظام کو زیادہ فعال بنایا جائے۔

6۔ وصول کئے ہوئے ٹیکسز کو بے مصارف سے بچایا جائے۔

7۔ ٹیکسز کے اخراجات کے تعین میں عوامی فلاح و بہبود کا بجٹ بڑھایا جائے۔

8۔ عوام الناس میں ضروری ٹیکسز کی ادائیگی کے لئے آگاہی پیدا کرنے کئے مفکرین اور علماء سے معاونت لی جائے۔

9۔ محکمہ ٹیکس اور دیگر حکومتی اداروں سے بدعنوانی کے خاتمے کے لئے فوری اور قابلِ عمل اقدامات کئے جائیں۔

10۔ ٹیکس چوری اور اثاثے چھپانے کے رجحانات کی بیخ کنی کے لئے دوررس پالیسیاں عمل میں لائی جائیں۔

* * * * * * * *